Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 04, Issue 01, January-June 2026.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

دعوتِ انبیاء میں امثال کا اسلوب: قرآنِ مجید کی روشنی میں ایک تحقیقی مطالعہ

Stylistic Use of Parables in the Dawah of the Prophets: A research study in the Light of the Holy Qur'an

Samreen Abdul Hameed
MS Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore
Email: samreenabdulhameed@gmail.com

Dr. Fariha Anjum (Corresponding Author)
Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore
Email: fariha.anjum@lcwu.edu.pk

Abstract :
This study examines the stylistic role of parables in the Dawah of the Prophets as presented in the Qur'an. It highlights how the Qur'anic discourse employs parables as an effective rhetorical device to communicate complex theological and moral concepts in a clear and accessible manner. By transforming abstract ideas into vivid and tangible imagery, these parables enhance understanding and engage the human intellect. The research explores how this approach corresponds with natural human cognition, making divine guidance relevant to all levels of society. It further analyses the function of parables in strengthening belief, clarifying doctrines, and motivating ethical behaviour. The Dawah of the Prophets is shown to be not merely argumentative but deeply reformative, aiming at spiritual transformation. The study concludes that Qur'anic parables play a vital role in conveying guidance, ensuring clarity, and increasing the persuasive power and universal appeal of the Qur'anic message effectively.

Keywords:
Rhetorical, tangible, cognition, doctrines, argumentative, persuasive.

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تمہید:

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتابِ ہدایت ہے جو صرف عقائد و عبادات ہی نہیں بلکہ اخلاق، معاملات اور انسانی زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس عظیم کلامِ الٰہی میں بیان کا اسلوب نہایت دل نشین، بلیغ اور حکیمانہ ہے، جو انسانی عقل و فطرت کو متاثر کرتا ہے۔ قرآن میں جہاں صریح احکام، حکایات اور مواعظ بیان کیے گئے ہیں، وہیں امثال کے اسلوب کو بھی بڑی مہارت سے استعمال کیا گیا ہے۔ امثالِ قرآنی کا مقصد سامعین کے لیے مجرد معانی کو محسوساتی قالب میں ڈھال کر اُن کے فہم کو آسان بنانا اور دلوں پر اثر ڈالنا ہے۔ واضح امثال (واضح اور روشن تمثیلیں) ان معنوی تصورات کو ایک عملی یا محسوساتی پیکر میں اس طرح پیش کرتی ہیں کہ سامع یا قاری صرف سمجھ ہی نہیں پاتا بلکہ محسوس بھی کرتا ہے۔ یہ امثال کلامِ الٰہی کی فصاحت، اعجاز اور اثر انگیزی کی عملی جھلک پیش کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی لفظ "مثلاً" یا اس کے ہم معنی الفاظ آئے ہیں، وہاں دراصل اللہ تعالیٰ نے امثال کے اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ اس اسلوب کے اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات کو نہ صرف مؤثر بنائیں بلکہ عام فہم اور دل نشین انداز میں ہر انسان تک پہنچائیں۔ مثال کا انداز انسانی فطرت سے نہایت قریب ہے، کیونکہ انسان بات کو زیادہ بہتر اس وقت سمجھ پاتا ہے جب اسے کسی محسوس اور قریب تر حقیقت کے ذریعے واضح کیا جائے۔

مبحث اول: امثال کا معنی و مفہوم:

امثال مثل کی جمع ہے اس کو مَثَل، مِثل اور مَثِیل پڑھا جاتا ہے جیسے لفظی اور معنوی لحاظ سے شَبَہ، شِبہ کی طرح امثال کا مطلب مانند، تشبیہ، نظیر کے ہیں مثال ایسی حالت کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں مثال بیان کی جا رہی ہو عام لفظوں میں مثال کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایسی چیز کی تصویر کشی کرنا جو ہمارے سامنے موجود نہ ہو اسی طرح سے ہمارے علماء کرام نے مثال کے بہت سے معنی بتائے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

مولانا عبد الحفیظؒ رقم طراز ہیں:

"مثل: مانند ہونا "تمثیلاً الشی بفلان" ہو بہو تصویر بنانا "مشابہت دینا۔"[1]

مثال ایسی بات کو بھی کہا جاتا ہے جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہو۔ عبد الرشید نعمانی بیان کرتے ہیں:

"مثل: امثال جمع مثل وہ قول ہے جو دوسرے قول کے مشابہ ہو۔"[2]

مثال کسی بھی بات کو ہمارے لیے اس طرح سے بنا دیتی ہے جس طرح سے ہم اس کو سامنے سے دیکھ رہے ہیں کوئی چیز ہمارے سامنے موجود نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ ہمیں محسوس ہونے لگ جاتی ہے۔ المعجم الوسیط میں ہے:

"الشیءبالشیء تمثیلاً،وتمثالا:شبهه به وقدره على قدره.و-الشيء لفلان: صوره له بكتابة أو غيرها حتى كأنه ينظر إليه"[3]

(کسی شے کی الفاظ کے ذریعے اس طرح تصویر کشی کرنا کہ وہ مجسم صورت میں سامنے آجائے۔)

اصطلاحی مفہوم:

جب ہم "امثال" کو ایک اصطلاحی مفہوم کے طور پر لیتے ہیں تو اس سے مراد محض تشبیہ یا تمثیل نہیں بلکہ ایک ایسا موثر اسلوبِ بیان ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی پیچیدہ یا مجرد حقیقت کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ سامع یا قاری کے فہم وادراک کے قریب تر ہو جائے۔ اس اصطلاحی معنویت میں "امثال" کا بنیادی مقصد مخاطب کے فہم کو آسان بنانا اور مفہوم کو اس طرح واضح کرنا ہوتا ہے کہ وہ ذہنی سطح پر مکمل طور پر قابلِ ادراک اور قابلِ قبول بن جائے۔ ذیل میں ہمارے علماء نے اپنے اقوال سے امثال کا مفہوم واضح کیا ہے۔ زمخشری بیان کرتے ہیں:

(الکشاف میں مثل کے معنی نظیر مثال کی مانند کے ہیں۔)(4)

ابن حبان اُندلسی رقمطراز ہیں:

"المثل والمثیل، کشبه شبه و شبیه، وھو نظیر قال الیزیدی الامثال: الاشباه"(5)

(مثل اور مثیل شبہ اور شبیہ کی طرح ہیں اور ان کا معنی نظیر (ملتا جلتا ہے) الیزیدی کہتے ہیں کہ امثال کا "الاشباہ (ایک جیسا) ہے۔)

ابن قیمؒ بیان کرتے ہیں:

"تشبیه شیء بشیء فی حکمة وتقریب المعقول من المحسوس أو أحد المحسوسین من الآخر و اعتبار احدهما بالآخر"(6)

(حکمت کیساتھ ایک شے کو دوسری سے تشبیہ دینا اور معقول کو محسوس سے یا قابل محسوس اشیا میں سے ایک دوسری سے قریب کرنا یا دوسری سے آزمانا۔"

مناع القطان بیان کرتے ہیں:

"انه ابراز المعنی فی صورة حسیة تکسیه روعه و جمالاً"(7)

(ایک معنی کو محسوس شکل میں اس طرح بیان کرنا کہ اس میں دل فریبی وخوبصورتی بھی پیدا ہو جائے۔)

قرآن مجید میں بیان کی گئی مثالیں اللہ تعالیٰ کے احکام تعلیمات اور ہدایت کو سمجھانے کا ایک مؤثر ذریعہ ہیں ان مثالوں کا مقصد حقائق کو آسان اور واضح انداز میں پیش کرنا انسانوں کو غور وفکر کی دعوت دینا اور ان کی رہنمائی کرنا تاکہ وہ صحیح راستہ اختیار کریں مثالوں کے ذریعے مشکل اور پیچیدہ باتوں کو آسان اور قابل فہم انداز میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر انسان سمجھ سکے مثال کے ذریعے ذہن میں ایک تصویر بن جاتی ہے جس سے بات کو سمجھنا آسان رہتا ہے۔ لغت کے ماہرین اور علمائے کرام نے بھی "امثال" کے مختلف معانی و مفاہیم بیان کیے ہیں۔ بعض نے اسے "مانند" اور "مشابہت" کے مفہوم میں لیا ہے، بعض کے نزدیک یہ وہ چیز ہے جو حواس خمسہ کے دائرے میں آجائے، جبکہ کچھ نے اسے دو اشیاء کو ہم مرتبہ بنانے یا ایک کو دوسری کا نمونہ قرار دینے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ بعض اہلِ علم نے اس کا

مفہوم "تصویر کشی" کے طور پر بھی بیان کیا ہے۔ان تمام آرا کا خلاصہ یہ ہے کہ "مثال" ایسی تعبیر یا اظہار کو کہا جاتا ہے جو کسی شے کو اس طرح واضح کردے کہ وہ اگرچہ حسی طور پر موجود نہ ہو، تب بھی ذہن میں اس کا نقش روشن ہو جائے۔ یہی کیفیت "امثال" کی اصل روح ہے۔

مبحث ثانی: انبیاء علیہم السلام کے دعوتی اسالیب میں امثال کی قرآنی مثالیں:

دعوتِ انبیاء کا مطالعہ ہمیں یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام محض نظری وعظ یا خطابی جملوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ اپنی قوم کی فکری، معاشرتی اور مذہبی حالت کے مطابق ایسی امثال پیش کرتے تھے جن سے حقیقت نہ صرف ذہن میں بیٹھ جاتی بلکہ دل پر بھی اثر کرتی۔ قرآن مجید نے مختلف انبیاء کے اس اسلوب کو متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو کشتی کی مثال پیش کرنا

حضرت نوح علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی کی تیاری شروع کی تو یہ ایک غیر معمولی امر تھا۔ کشتی کا ڈھانچہ نہایت وسیع اور طبقات پر مشتمل تھا جس میں مختلف طبقات کو الگ الگ مقاصد کے لیے مخصوص کیا گیا۔اس کی تیاری میں طویل مدت صرف ہوئی اور اسی دوران قوم کے لوگ بارہا گزر کر حضرت نوحؑ کا مذاق اڑاتے۔ وہ طنز کرتے کہ یہ پیغمبر اب بڑھئی بن گئے ہیں اور خشک زمین پر کشتی تیار کرنا محض بے عقلی ہے۔ مولانا محمد شفیعؒ بیان کرتے ہیں کہ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے صبر واستقلال کے ساتھ ان کے استہزاء کا جواب یہ کہہ کر دیا کہ آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو، کل ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے جب اللہ کا وعدہ سچا ثابت ہو گا۔[8] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَصۡنَعُ الۡفُلۡكَ ۚ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ سَخِرُوۡا مِنۡهُ ؕ قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ﴾[9]

(اور نوح (علیہ السلام) کشتی بناتے رہے اور جب بھی ان کی قوم کے سردار اُن کے پاس سے گزرتے ان کا مذاق اڑاتے۔ نوح (علیہ السلام انہیں جواباً) کہتے: اگر (آج) تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو (کل) ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے جیسے تم تمسخر کر رہے ہو)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾

(اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے (کوئی) بات نہ کرنا، وہ ضرور غرق کئے جائیں گے)

اس واقعہ سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں عملی مثال کے ذریعے صبر، یقین اور استقامت کی تعلیم پوشیدہ ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی قولی مثال:

قومِ ثمود بت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بنا کر ان ہی کو اپنی زندگی کے معاملات کا سہارا سمجھتے تھے۔ان کا سارا نظام زندگی شرک پر کھڑا تھا، اسی لیے ان کی سرگرمیوں میں اللہ کی عبادت اور شکر گزاری کی کوئی جگہ نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حق سے دور ہو کر بغاوت اور فساد میں مبتلا ہو گئے۔ ڈاکٹر خالد علوی واضح کرتے ہی ہیں کہ "۔ان کے کلچر کا اظہار ان کی شاندار عمارات

اور سنگ تراشی کے کمال میں تھا۔ صالح نے اپنی دعوت میں ان کے مشرکانہ عقائد کے علاوہ ان مظاہر کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے تھے۔ توحید کی طرف بلاتے ہوئے صالح نے ان کی توجہ ان امور کی طرف بھی دلائی ہے جنہیں وہ اپنے مشرکانہ رویوں کی وجہ سے نظر انداز کرتے تھے۔"[10] قرآن مجید نے اس واقعہ کو اس طرح سے بیان کیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾[11]

(اور یاد کرو جب اس نے تمہیں (قومِ) عاد کے بعد (زمین میں) جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم (میدانی) علاقوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر (ان میں) گھر بناتے ہو، سو تم اللہ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو)

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"انجنیئرنگ کے جو مظاہر ان کی سنگ تراشی سے واضح تھے اور جو شاندار عمارتیں وہ تعمیر کرتے تھے وہ ان کی مادیت پرستی اور خدا بیزاری کی دلیل تھے۔ صالحؑ ان کی حیرت انگیز ترقی پر انہیں خدا کی طرف رجوع اور اس کی نعمتوں کے شکر کی دعوت دیتے تھے۔ اس حقیقت کو حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کے سامنے ایک قولی مثال کے ذریعے یوں واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم عاد کے بعد زمین میں بسایا، نرم زمین میں محلات بنانے اور سخت پہاڑوں کو تراش کر گھروں کی تعمیر کی صلاحیت عطا کی۔ یہ سب اللہ کی نعمتوں کی نشانیاں ہیں، لہٰذا ان پر غرور نہ کرو بلکہ ان کا شکر بجالاؤ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔"[12]

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو مثال بیان کرنا

قولی مثال:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے عقیدے کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے گفتگو کی۔ ان کی قوم بتوں کے ساتھ ساتھ ستاروں اور سیاروں کی پرستش بھی کرتی تھی اور سمجھتی تھی کہ دنیا کے تمام حالات انہی کے زیر اثر ہیں۔ اس غلط عقیدے کو توڑنے کے لیے آپ علیہ السلام نے ایک سادہ مگر مضبوط دلیل دی۔ رات کے وقت ایک روشن ستارہ دیکھ کر فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾[13]

(پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کر دیا تو انہوں نے (ایک) ستارہ دیکھا (تو) کہا: (کیا تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو (اپنی قوم کو سنا کر) کہنے لگے: میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا)

﴿فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ﴾[14]

(پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا (تو) کہا: (کیا تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ (بھی) غائب ہو گیا تو (اپنی قوم کو سنا کر) کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی ضرور (تمہاری طرح) گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا)

﴿فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾[15]

(پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا(تو) کہا: (کیااب تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا ہے؟ پھر جب وہ (بھی) چھپ گیاتو بول اٹھے: اے لوگو! میں ان (سب چیزوں) سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک گردانتے ہو)

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾[16]

(بیشک میں نے اپنارُخ (ہر سمت سے ہٹا کر) یکسوئی سے اس (ذات) کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور (جان لو کہ) میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے یہ ایک نہایت بلیغ اور مشاہدے پر مبنی مثال پیش کی۔ آپ نے دکھایا کہ آسمانی اجرام، جنہیں وہ معبود سمجھتے تھے، حقیقت میں فناپذیر ہیں۔ ستارہ، چاند اور سورج اپنی روشنی اور عظمت کے باوجود وقت مقررہ پر ڈوب جاتے ہیں، اور جو خود قائم نہیں رہ سکتے وہ دوسروں کے رب کیسے بن سکتے ہیں؟ اس دلیل کے مقابلے میں قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ وہ جھگڑنے اور بہانے بنانے پر تواتر آئے، مگر دلائل نے ان کو لاجواب کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ نہ تھا کہ وہ زبردستی ان کے دلوں کو چیر کر ایمان داخل کر دیں، بلکہ ان کا کام یہ تھا کہ حق کو دلائل کے ساتھ واضح کریں اور قوم کے سامنے عقل و فکر کے دروازے کھول دیں۔ اس طرح آپ نے ایک نہایت دلچسپ اور سوچنے پر مجبور کرنے والی مثال کے ذریعے یہ حقیقت سمجھائی کہ رب وہی ہے جو ہمیشہ موجود، قائم اور باقی رہنے والا ہے، نہ کہ وہ جو طلوع و غروب کا محتاج ہے۔

عملی مثال:

رشد و ہدایت کا سلسلہ اگرچہ بظاہر ناکامیوں سے دوچار تھا، لیکن پھر بھی جاری رہا۔ قریب ہی زمانے میں قوم کا ایک مذہبی میلہ آ گیا۔ جب سب لوگ اس کی تیاری کرنے لگے تو کچھ افراد نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی اصرار کیا کہ وہ ان کے ساتھ چلیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا میں انکار فرمایا، مگر جب اصرار بڑھنے لگا تو ستاروں کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا: "اِنِّيْ سَقِيْمٌ" (میں آج کچھ علیل ہوں)۔ چونکہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم کواکب پرستی میں مہارت بھی رکھتی تھی اور ان پر اعتقاد بھی رکھتی تھی، اس لیے انہوں نے اپنے عقیدے کے مطابق یہ گمان کیا کہ ابراہیم کسی نحس ستارے کے اثر بد میں مبتلا ہیں۔ یہی سوچ کر وہ مزید تفصیل کے بغیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھوڑ کر میلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ۝ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴾[17]

(پھر (ابراہیم علیہ السلام نے اُنہیں وہم میں ڈالنے کے لئے) ایک نظر ستاروں کی طرف کی۔ اور کہا: میری طبیعت مُضمحِل ہے (تمہارے ساتھ میلے پر نہیں جا سکتا)۔ سو وہ اُن سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے)

جب پوری قوم، بادشاہ اور مذہبی پیشوا میلے کی رنگینیوں اور شراب و کباب کی محفلوں میں مشغول تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع کو غنیمت جانا اور سوچا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اپنی عملی حکمتِ عملی کو ظاہر کروں اور لوگوں کو مشاہدے کے ذریعے دکھا دوں کہ ان کے معبودانِ باطل کی حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ آپ فوراً اٹھے اور سب سے بڑے بت خانہ میں داخل ہوئے۔ وہاں دیکھا کہ بتوں کے آگے طرح طرح کے میوے، مٹھائیاں اور حلویات چڑھائے گئے ہیں۔ آپ نے طنزیہ انداز میں بتوں کو مخاطب کیا کہ کیوں نہیں

کھاتے یہ سب کچھ؟ پھر آپ نے سارے بت توڑ دیے اور کلہاڑا سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ کر واپس لوٹ آئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِـهَتِـهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ﴾[18]

(پھر (ابراہیم علیہ السلام) ان کے معبودوں (یعنی بتوں) کے پاس خاموشی سے گئے اور اُن سے کہا: کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تمہیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو؟)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾[19]

(پھر ابراہیم (علیہ السلام) نے ان (بتوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے بڑے (بُت) کے تاکہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں)

میلے سے واپسی پر جب لوگوں نے بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو غصے میں کہنے لگے کہ یہ کام ابراہیم علیہ السلام کا ہے، وہی ہمارے دیوتاؤں کا دشمن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِـهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ﴾[20]

(وہ کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ بیشک وہ ضرور ظالموں میں سے ہے۔ (کچھ) لوگ بولے: ہم نے ایک نوجوان کا سنا ہے جو ان کا ذکر (انکار و تنقید سے) کرتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے)

ابراہیمؑ جب مجمع کے سامنے پیش کیے گئے تو آپؑ نے فوری اور حکمت بھرا جواب دیا: ''یہ فعل انہی بڑے بتوں نے کیا ہے، خود ان سے پوچھ لو اگر وہ بول سکتے ہوں۔'' اس جواب نے بتوں کی بے حسی اور معبود نہ ہونے کی حقیقت بے نقاب کر دی۔ بعض حضرات نے آپؑ پر سخت ترین جزا یعنی آگ میں جلانے کی بات اٹھائی تاکہ آپؑ کی تبلیغ کا سوراغ مٹ جائے، مگر قابل توجہ امر یہ ہے کہ آپؑ نے زبانی وعظ کے بجائے عملی مثال قائم کیا اور عمل کے ذریعے ہی وہ سبق دیا جو کلام سے ممکن نہ تھا۔

قولی مثال:

اس کے بعد آپ نے پھر ایک اور قولی مثال بیان کی بادشاہ نمرود کے سامنے اظہار حق، ڈاکٹر خلد علوی بیان کرتے ہیں ابراہیم نے بادشاہ کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید اور غیر اللہ کی بے بسی کو اس طرح مبرہن کیا کہ بادشاہ لاجواب ہو گیا۔ یہ اتمام حجت کی آخری سطح تھی۔[21] اس واقعہ کو قرآن نے اس طرح سے بیان کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾[22]

(اے حبیب!) کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس وجہ سے کہ اللہ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیم (علیہ السلام) سے (خود) اپنے رب (ہی) کے بارے میں جھگڑا کرنے لگا، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ (بھی) کرتا ہے اور مارتا (بھی) ہے، تو

(جواباً) کہنے لگا: میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: بیشک اللہ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے تُو اسے مغرب کی طرف سے نکال لا! سو وہ کافر دہشت زدہ ہوگیا، اور اللہ ظالم قوم کو حق کی راہ نہیں دکھاتا)

حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے درمیان مکالمہ دراصل قولی مثال کا نمایاں نمونہ ہے، کیونکہ اس میں آپؑ نے اپنی دعوت کو محض کلام اور استدلال کے ذریعے پیش کیا۔ پہلے آپؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے، جو کہ ایک قولی دلیل تھی۔ جب نمرود نے اس کا سطحی جواب دیا تو آپؑ نے سورج کے مشرق سے نکلنے اور مغرب سے لانے کی مثال دی، جو ایسی زبردست قولی مثال تھی کہ بادشاہ لاجواب ہوگیا۔ اس طرح یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ دعوتِ ابراہیمی میں مثال کو قولی انداز سے پیش کر کے کس طرح مخالف کو حقیقت کے قریب لایا گیا۔

حضرت یوسف کی امثال:

الحافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یوسف نے اپنے قید کے ساتھیوں کو خوابوں کی تعبیر بتانے کے کہا یہ سب کچھ مجھے اللہ نے سکھایا ہے کیونکہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اس کی توحید پر قائم ہوں اور اپنے اجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کا پیرو ہوں۔ ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی اور تمام لوگوں کے لیے بھی رہنمائی رکھی، مگر اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ قید خانے میں آپ نے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی، غیر اللہ کی عبادت کی مذمت فرمائی اور باطل معبودوں کی بے بسی کو نمایاں کیا۔[23] اس کی دلیل قرآن سے ملتی ہے ارشاد باری تعالی ہے:

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾[24]

یہ ایک قولی اور استدلالی مثال ہے جس کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام نے توحید کو واضح کیا۔ آپؑ نے مشرکانہ عقیدے کے بکھرے ہوئے اور باہمی کمزور معبودوں کو ایک طرف رکھا اور دوسری طرف اللہ کی وحدانیت اور قہاریت کو بیان کیا۔ اس تقابل سے سامعین کے دلوں میں سوال اٹھا کہ حقیقت میں کس کی عبادت کرنی چاہیے؟ یہی اندازِ بیان مثال کا اعلیٰ اسلوب ہے، جس میں کثرت اور تفرقہ کو کمزوری جبکہ وحدانیت کو قوت اور برتری کی علامت بنا کر پیش کیا گیا۔

عملی مثال:

جب سیدنا یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے شدید حسد، بغض اور ذاتی مفادات کے تحت کنویں میں پھینکا اور غلامی کی ذلت آمیز زندگی میں دھکیل دیا، تو انسانی فطرت کے مطابق ان کے دل میں انتقام کا جذبہ پیدا ہونا بعید نہ تھا۔ لیکن جب اللہ تعالی نے انہیں اقتدار، عزت اور مقام عطا فرمایا اور وہی بھائی برسوں بعد ان کے سامنے معافی مانگنے کے لیے کھڑے ہوئے، تو انہوں نے طاقت اور اختیار رکھنے کے باوجود فرمایا:

﴿ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ [25]

(یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا: آج کے دن تم پر کوئی ملامت (اور گرفت) نہیں ہے، اللہ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر کے ایک عظیم عملی مثال قائم کی۔ آپ نے فرمایا: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے"۔ یہ قول دراصل ان کے کردار کا عملی مظہر تھا، کیونکہ انہوں نے اپنے بھائیوں کی شدید زیادتیوں، حسد اور ظلم کے باوجود انتقام لینے کے بجائے عفو و در گزر کا راستہ اپنایا۔ یوں حضرت یوسف علیہ السلام نے عملی طور پر دکھایا کہ طاقت و اختیار کے باوجود معاف کر دینا اعلیٰ اخلاقی اقدار میں سے ہے۔ یہ طرزِ عمل محض قولی نصیحت نہیں بلکہ ایک زندہ مثال تھی جو انسانیت کو یہ سبق دیتی ہے کہ بندہ جب دوسروں کو معاف کرتا ہے تو وہ دراصل اللہ کی رحمت اور مغفرت کو اپنانے کا عملی نمونہ بن جاتا ہے۔

حضرت سلیمان کی امثال:

قرآنِ کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعوت اور نصیحت میں امثال کا مؤثر اسلوب اختیار کیا۔ سورۃ النمل میں چیونٹی کی مثال پیش کی گئی ہے، جہاں ایک چیونٹی اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾[26]

(یہاں تک کہ جب وہ (لشکر) چیونٹیوں کے میدان پر پہنچے تو ایک چیونٹی کہنے لگی: اے چیونٹیو! اپنی رہائش گاہوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان (علیہ السلام) اور ان کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ ہو)

اس واقعہ میں حضرت سلیمانؑ نے چیونٹی کے حکیمانہ بیان پر مسکرا کر اللہ کا شکر ادا کیا، اور یہ ایک عملی اور تمثیلی مثال کے طور پر سامعین کے لیے تدبیر، احتیاط اور دانش مندی کا سبق بن گئی۔ اسی طرح ہدہد کی رپورٹ کے ذریعے حضرت سلیمانؑ نے سبا کی قوم کی حالت بیان کی کہ وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ ہی سب کا رب ہے۔ یہاں ہدہد کا قول بطور دلیل اور نصیحت حضرت سلیمانؑ کی دعوت میں قولی مثال کے طور پر استعمال ہوا، جو سامعین کو شرک سے خبردار کرتا ہے۔ ان دونوں واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنے خطاب میں امثال کو نہ صرف فطری اور مؤثر انداز میں پیش کیا بلکہ اسے عقلی اور اخلاقی سبق پہنچانے کے لیے بھی بروئے کار لایا، جس سے دعوت زیادہ یادگار اور بلیغ بنی.

مبحث ثالث: انبیاء کرام کی دعوت میں امثال کے اسالیب:

انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی مقصد انسان کو اس کی اصل فطرت کی طرف لوٹانا، دل و دماغ کو زندہ کرنا اور خالقِ حقیقی کی پہچان کروانا ہے۔ اس ہمہ گیر پیغام کو مؤثر اور فہم سے قریب تر بنانے کے لیے انبیاء نے **"امثال"** (تمثیل، تشبیہ، کنایہ، استعارہ اور تاریخی قصص) کا حکیمانہ اسلوب اختیار کیا۔ مثالیں دراصل ایسی زبانی تصویریں ہوتی ہیں جو عقل کے ساتھ ساتھ انسانی جذبات اور ضمیر کو بھی جگاتی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (ہم یہ مثالیں لوگوں کے لیے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں)۔

دعوتِ انبیاء میں امثال کے درج ذیل چار بنیادی اسالیب نمایاں ہیں:

1.اسلوبِ انذار

انذار کے لغوی معنی غفلت سے جگانے اور انجامِ بد سے ڈرانے کے ہیں۔ انبیاء نے اس اسلوب کے ذریعے نافرمان قوموں کو اللہ کے غضب، دنیاوی عذاب اور آخرت کی سزا سے خبردار کیا تاکہ ان میں توبہ کا جذبہ پیدا ہو۔ جیسے حضرت نوح، ھود، صالح اور شعیب علیہ السلام نے اپنی قوموں کو واضح الفاظ میں اللہ کی ناراضگی اور سابقہ قوموں کے ہولناک انجام سے ڈرایا۔

2.اسلوبِ تبشیر (خوشخبری)

تبشیر سے مراد ایمان اور عملِ صالح پر ابھارنے کے لیے مؤمنین کو کامیابی کی خوشخبری دینا ہے۔ انبیاء نے غیر مادی حقائق کو سمجھانے کے لیے جنت کی نعمتوں (نہروں، پاکیزہ دودھ، شہد اور لذیذ پھلوں) کو حسی اور بصری مثالوں کے قالب میں ڈھال کر بیان کیا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بعثت کو تاریکی میں روشنی پھیلانے والے چراغ (سِرَاجًا مُّنِيْرًا) سے تشبیہ دی گئی، جو مایوس دلوں میں امید اور محبت پیدا کرتی ہے۔

3.اسلوبِ قصص (تاریخی واقعات)

قرآنِ مجید میں پچھلی اقوام اور انبیاء (مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے حالات محض تاریخ کے طور پر نہیں، بلکہ عملی امثال کے طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ ان قصوں کا مقصد انسان کو خیر و شر کے نتائج دکھا کر فکری اور اخلاقی عبرت (عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ) فراہم کرنا ہے تاکہ امت ان کے نقشِ قدم پر چل کر کامیابی حاصل کر سکے۔

4.اسلوبِ تشبیہ، استعارہ اور کنایہ

یہ دعوت کا ایک نہایت لطیف اور پوشیدہ زاویہ ہے جس میں براہِ راست ملامت کرنے کے بجائے علامتی انداز اختیار کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اور عقل بیدار ہو۔ مثلاً:

- سورہ نور میں اللہ کے نور کو طاق اور روشن چراغ سے تشبیہ دینا۔
- سورہ جمعہ میں بے عمل عالم کو پیٹھ پر کتابیں لادے گدھے سے تشبیہ دینا۔
- فرعون کے گھر میں مؤمنہ بیوی (آسیہؓ) کا ذکر ثابت قدمی کا کنایہ ہے۔
- منافقین کے داخلی تضاد کو اندھیرے میں آگ جلانے والے شخص سے تشبیہ دینا۔

دعوتِ انبیاء علیہم السلام میں امثال کا اسلوب محض الفاظ کا مجموعہ یا صرف فصاحت و بلاغت کا مظہر نہیں، بلکہ یہ ایک حکیمانہ، بلیغ اور ہمہ گیر طریقۂ اظہار ہے جو صرف بات کو واضح کرنے کے لیے نہیں بلکہ دل، دماغ اور عمل کو متاثر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسلوب پیچیدہ حقائق کو سادہ مثالوں میں ڈھال کر فکری بیداری، جذباتی اثر اور عملی تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ امثال سامعین کو دعوتِ حق کے قریب لانے، باطل سے دور کرنے اور حق کو نہ صرف سمجھنے بلکہ محسوس کرنے اور اپنانے پر آمادہ کرتی ہیں۔ یہی وہ الٰہی حکمت ہے جو انبیاء کے پیغام کو فکری، روحانی اور معاشرتی ہر سطح پر مؤثر، نتیجہ خیز اور ہر دور کے انسان کے لیے **زندہ جاوید** بنا دیتی ہے۔

خلاصہ بحث:

انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی دعوت میں امثال کے اسلوب کو اختیار کیا تاکہ پیغامِ حق کو نہ صرف دلوں تک پہنچایا جاسکے بلکہ سامعین کے ذہنوں میں بھی اسے راسخ کیا جاسکے۔ قرآن نے چونکہ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے بات کو سمجھانے کے لیے مثالوں کا اسلوب اختیار کیا ہے، اسی طرز پر انبیاء کرام نے بھی قولی اور عملی مثالوں کا سہارا لیا۔ امثال کے ذریعے انہوں نے مشکل باتوں کو آسان اور مجرد حقائق کو محسوس انداز میں پیش کیا۔ یہ امثال کبھی قول کی صورت میں سامنے آئیں، جہاں انبیاء نے اپنی گفتگو کو حکمت اور دلیل سے مزین کر کے لوگوں کے سامنے رکھا تاکہ وہ غور و فکر کے ذریعے حق کو پہچان سکیں۔ دوسری طرف یہ امثال عملی پہلو میں بھی ظاہر ہوئیں، جہاں انبیاء کی سیرت اور کردار خود ایک زندہ اور چلتی پھرتی مثال بن گئے۔ اس طرح ان کے اقوال اور افعال دونوں نے دعوت کو زیادہ مؤثر، دل نشین اور عملی بنادیا، اور سامعین کے لیے صرف سننا ہی نہیں بلکہ دیکھ کر سمجھنا اور قبول کرنا بھی آسان ہو گیا۔ یوں قرآنی اسلوب اور انبیاء کی عملی حکمت نے مل کر دعوتِ حق کو ایک جامع اور ہمہ گیر انداز بخشا۔

نتائج تحقیق:

- قرآنِ مجید میں امثال کا اسلوب دعوت و تبلیغ کا ایک مؤثر، بلیغ اور فطری ذریعہ ہے جو پیچیدہ اور مجرد حقائق کو آسان اور قابل فہم انداز میں پیش کرتا ہے۔
- امثال کا بنیادی مقصد عقائد، اخلاقیات اور دینی تعلیمات کو محسوس اور عملی صورت میں بیان کر کے سامعین کے فہم اور ادراک کو مضبوط بنانا ہے۔
- انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت میں قولی اور عملی دونوں قسم کی امثال کو اختیار کیا تاکہ حقائق کو مؤثر انداز میں واضح کیا جاسکے۔
- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا واقعہ صبر، استقامت، یقینِ کامل اور اللہ تعالی کے وعدوں پر اعتماد کی عملی مثال پیش کرتا ہے۔
- حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی مادی ترقی اور تعمیراتی صلاحیتوں کو اللہ تعالی کی نعمتوں کی مثال بنا کر توحید اور شکر گزاری کی دعوت دی۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے، چاند اور سورج کی مثالوں کے ذریعے توحید کو عقلی انداز میں واضح کیا اور شرک کی تردید کی، جبکہ بت شکنی کے عمل سے عملی دعوت کا نمونہ پیش کیا۔
- حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں توحید کی دعوت اور اپنے بھائیوں کو معاف کر کے عفو و درگزر کی اعلیٰ عملی مثال قائم کی۔
- حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ امثال کے ذریعے حکمت، تدبر، احتیاط اور توحید کے پیغام کو مؤثر انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
- دعوتِ انبیاء میں امثال کے اسالیب میں انذار، تبشیر، قصص اور تشبیہ و استعارہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جو فکری اور اخلاقی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

- امثال کا اسلوب دعوتِ انبیاء کو زیادہ مؤثر، دل نشین، یادگار اور نتیجہ خیز بناتا ہے، جس کے ذریعے حقائق صرف سمجھے ہی نہیں جاتے بلکہ دلوں میں راسخ بھی ہو جاتے ہیں۔

حوالہ جات:

[1] مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات (لاہور: مکتبہ زین بن ثابت، س۔ن)، 809

Maulānā ʻAbd al-Ḥafīẓ Bilāwī, Miṣbāḥ al-Lughāt (Lahore: Maktabah Zayn bin Thābit, n.d.), 809

[2] مولانا عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن مکی (کراچی: دار الاشاعت، 1994ء)، 5:312

Maulānā ʻAbd al-Rashīd Nuʻmānī, Lughāt al-Qur'ān Makkī (Karachi: Dār al-Ishā ʻat, 1994 CE), 5:312

[3] ابراہیم مصطفی ودیگر، المعجم الوسیط (استنبول: دار الدعوۃ، 1410ھ/1989ء)، 1:553

Ibrāhīm Muṣṭafā wa Ākharūn, al-Muʻjam al-Wasīṭ (Istanbul: Dār al-Daʻwah, 1410 AH/1989 CE), 1:553

[4] جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل (بیروت: دار الکتب العربی، ب۔ن)، 10:72

Jār Allāh Maḥmūd ibn ʻUmar al-Zamakhsharī, al-Kashshāf ʻan Ḥaqāiq .Ghawāmiḍ al-Tanzīl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻArabī, n.d.), 10:72

[5] محمد بن یوسف ابن حیان الاندلسی، البحر المحیط (بیروت: دار الفکر، 1992ء)، 1:122

Muḥammad ibn Yūsuf Ibn Ḥayyān al-Andalusī, al-Baḥr al-Muḥīṭ (Beirut: Dār al-Fikr, 1992 CE), 1:122

[6] ابن قیم الجوزیہ، البدائع فی علوم القرآن (بیروت: دار المعرفۃ، 2003ء)، 1:143

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, al-Badāiʻ fī ʻUlūm al-Qur'ān (Beirut: Dār al-Maʻrifah, 2003 CE), 1:143

[7] مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن (الدار السعودیۃ للنشر، ب۔ن)، 132

Mannā ʻ al-Qaṭṭān, Mabāḥith fī ʻUlūm al-Qur'ān (al-Dār al-Saʻūdiyyah lil-Nashr, n.d.), 132

[8] محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: دار الاشاعت، ب۔ت)، 4:621

.Muḥammad Shafī ʻ, Maʻārif al-Qur'ān (Karachi: Dār al-Ishā ʻat, n.d.), 4:621

[9] القرآن، 11:38

.Al-Qur'ān, 11:38

[10] خالد علوی، پیغمبرانہ منہاج دعوت (لاہور: ب۔ن، ب۔ت)، 85

Dr. Khālid ‘Alwī, Payghambarānah Minhāj-e-Da‘wat (Lahore: n.p., n.d.), 85

11 القرآن،7:74

.Al-Qur’ān, 7:74

خالد علوی، پیغمبرانہ منہاج دعوت (لاہور: ب۔ن، ب۔ت)، 85

Dr. Khālid ‘Alwī, Payghambarānah Minhāj-e-Da‘wat (Lahore: n.p., n.d.), 85

13 القرآن،6:76

.Al-Qur’ān, 6:76

14 لقرآن،6:77

.Al-Qur’ān, 6:77

15 القرآن،6:78

.Al-Qur’ān, 6:78

16 القرآن،6:79

.Al-Qur’ān, 6:79

17 القرآن،37:88-90۔

.Al-Qur’ān, 37:88-90

18 القرآن،37:91-92۔

.Al-Qur’ān, 37:91-92

19 القرآن،21:58۔

.Al-Qur’ān, 21:58

20 القرآن،21:59-60۔

.Al-Qur’ān, 21:59-60

21 علوی، پیغمبرانہ منہاج دعوت، 113

Alwī, Payghambarānah Minhāj-e-Da‘wat, 11‘

22 القرآن،2:258۔

.Al-Qur’ān, 2:258

23 عماد الدین ابن کثیر، قصص الانبیاء (بیروت: دار المعرفۃ، ب۔ت)، 297

.Imād al-Dīn Ibn Kathīr, Qiṣaṣ al-Anbiyā’ (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, n.d.), 297‘

24 القرآن،12:39-40

.Al-Qur’ān, 12:39-40

25 القرآن،12:92

.Al-Qur’ān, 12:92

[26] القرآن،27:18

Al-Qur’ān, 27:18